AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759
Volume 1 Issue 1 (Jan-June 2024)

Seerat Discourses in the Context of Orientalism: A Comprehensive Exploration

سیرت نگاری اور مستشرقین: تاریخی جائزہ

Malik Muhammad Tahir Iqbal
M.Phil. Scholar, University of Education, Lahore

Dr. Umair Rais Uddin
Assistant Professor- Sindh Madressa-tul-Islam University, Karachi
umair.rais@smiu.edu.pk

Abstract

This article thoroughly explores Seerat discourses in connection with Orientalism. It takes a comprehensive look at Muslim biographical literature, examining how Seerat narratives have evolved historically and interacted with Orientalist perspectives. The study aims to untangle the complexities surrounding the portrayal of Seerat in the context of Orientalist interpretations. By delving into the historical nuances, the article sheds light on the factors that have shaped these discourses over time. The objective is to provide a clearer understanding of how Seerat, the biographical accounts of notable figures in Islam, has been perceived and represented amidst the influences of Orientalist thought. The exploration contributes to a more nuanced comprehension of the historical interplay between Seerat discourses and Orientalism, offering valuable insights into the ongoing dialogue between Islamic biographical literature and external scholarly perspectives.

Keywords: Seerat, Orientalism, Muslim biography, Historical perspectives, Interplay

سیرت نویسی اور مستشرقین

اہل یورپ ایک مدت تک اسلام سے مطلقاً نابلد تھے، جب وہاں شرق شناسی کا رواج ہوا تو اسلام کے بارے میں طرح طرح کے توہمات میں مبتلا رہے۔ یورپ نے مسلمانوں کو جس طرح جانا اس کو فرانس کا مشہور مصنف ہنری دی کاستری یوں بیان کرتا ہے۔ وہ گیت اور کہانیاں جو اسلام کے متعلق یورپ میں قرون وسطی میں رائج تھے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ مسلمان ان کو سن کر کیا کہیں گے؟ یہ تمام داستانیں اور نظمیں مسلمانوں کے مذہب کی ناواقفیت کی وجہ سے بغض وعداوت سے بھری ہوئی ہیں۔ جو غلطیاں اور بدگمانیاں اسلام کے متعلق آج تک قائم ہیں ان کا باعث وہی قدیم معلومات ہیں۔ ہر مسیحی شاعر مسلمانوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتا تھا۔ مسلمانوں کے تین خدا تسلیم کئے جاتے تھے [1]

سترھویں اور اٹھارھویں صدی : سترہویں صدی کے سنین وسطی یورپ کے عصر جدید کا مطلع ہے۔ یورپ کی جدوجہد سعی وکاوش اور حریت و آزادی کا دور اسی عہد سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد کی جو چیز اس دور میں پیدا ہوئی، وہ مستشرقین کا وجود ہے۔ جن کی کوشش سے نادر الوجود عربی کتابیں ترجمہ اور شائع ہوئیں، عربی زبان کے مدارس علمی وسیاسی اغراض سے جابجا ملک میں قائم ہوئے اور اس طرح وہ زمانہ قریب آگیا کہ یورپ اسلام کے متعلق خود اسلام کی زبان سے کچھ سن سکا۔

اس دور کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ سنے سنائے عامیانہ خیالات کے بجائے کسی قدر تاریخ اسلام اور سیرت النبی ﷺ کی بنیاد عربی زبان کی تصانیف پر قائم کی گئی۔ گو موقع بہ موقع سابقہ بے بنیاد معلومات کا نمک مرچ بھی شامل کر دیا گیا۔ اس عہد میں عربی زبان کی تاریخی تصنیفات کا ترجمہ ہوا، مگر یہ عجیب بات ہے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان مستشرقین نے جن عربی تاریخوں کا ترجمہ کیا وہ اکثر ان عیسائی مصنفین کی تصنیفات تھیں جو اسلامی ممالک کے باشندے تھے۔ اس ضمن میں ارپی نیوس مار گولیتھ ایڈورڈ یوکاک اور ہائجر کے نام قابل ذکر ہیں۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر

OPEN ACCESS
CC BY

میں جب یورپ کی سیاسی قوت اسلامی ممالک میں پھیلنی شروع ہوئی تو مستشرقین کی ایک کثیر التعداد جماعت عالم وجود میں آئی۔ انہوں نے حکومت کے اشارہ سے السنہ شرقیہ کے مدارس کھولے، مشرقی کتب خانوں کی بناڈالی، ایشیاٹک سوسائیٹیاں قائم ہیں اور تصنیفات کی طبع واشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

ان مدارس اور سوسائٹیوں کی تقلید سے تمام ممالک یورپ میں اس قسم کی درس گاہیں اور انجمنیں قائم ہو گئیں۔ ہر یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسروں اور کتب خانوں کا وجود لازمی سمجھا جانے لگا۔ مسلمانوں کے ہاں عربی زبان میں سیرت ومغازی کی جو کتابیں محفوظ تھیں ان میں سے اکثر اٹھارویں صدی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی کے اختتام تک یورپ میں چھپ گئیں۔ اور ان میں سے بہت سی کتب کا ترجمہ یورپین زبانوں میں شائع ہو گیا۔

ان اصل عربی تصنیفات اور ان کے تراجم کی اشاعت نیز اسلامی ممالک ویورپ کے تعلقات اور آزادانہ تحقیقات کے ذوق وشوق نے یورپ میں تاریخ اسلام اور سیرت نبوی کے مصنفین کی ایک کھیپ پیدا کر دی۔ سیرت النبی ﷺ پر لکھنے والوں کی کثرت تعداد کا ذکر آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور عربی دان پروفیسر مارگولیتھ نے اپنی کتاب "محمد" میں اس طرح کیا ہے۔ "محمد کے سیرت نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جن کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔"

مستشرقین کی اقسام

مستشرقین کے نام اور ان کا کام اس قدر وسیع الذیل ہے کہ اس کی تفصیلات ذکر کر کے میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا، البتہ یہ عرض کروں گا کہ ان کی تین بڑی قسمیں ہیں:

1. جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے آشنا نہیں۔ ان لوگوں کا علمی سرمایہ اوروں کی تصانیف وتراجم ہیں۔ ان کا کارنامہ صرف یہ ہے کہ اس مشکوک اور ناقص مواد کو قیاس آرائی کے قالب میں ڈھال کر دکھائیں۔ مثال کے طور پر مشہور مورخ گبن کا نام اس ضمن میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
2. دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو عربی زبان وادب اور تاریخ وفلسفہ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں لیکن سیرت کے فن سے بے گانہ ہیں۔ ان لوگوں نے دین اسلام پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی، لیکن ضمنی موقعوں پر عربی دانی کے زعم میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت بے باکی سے جو چاہتے ہیں لکھ جاتے ہیں۔ مثلاً جرمن کا مشہور مستشرق ساخو جس نے طبقات ابن سعد شائع کی ہے۔ اس کی عربی دانی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، علامہ بیروی کی کتاب الہند کا دیباچہ اس نے جس تحقیق سے لکھا ہے رشک کے قابل ہے، لیکن اس دیباچہ میں اسلامی امور کے متعلق اس نے ایسی باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھ کر بھول جانا پڑتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ جرمنی کے مشہور مستشرق نولا کی نے قرآن مجید کا خاص مطالعہ کیا ہے، لیکن انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۶ میں قرآن پر اس کا جو آرٹیکل ہے نہ صرف اس کے تعصب بلکہ اس کی جہالت کے راز پنہاں کی بھی پردہ دری کرتا ہے۔
3. تیسری قسم کے وہ مستشرقین ہیں جنہوں نے اسلامی ادب کا کافی مطالعہ کیا ہے، مثلاً پاریا مارگولیتھ مگر علم وفضل کے باوصف ان کا یہ حال ہے کہ، دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں۔

مارگولیتھ نے مسند امام احمد بن حنبلؒ کا ایک ایک حرف پڑھا ہے۔ شاید کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہو سکتا لیکن اس نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر جو کتاب لکھی ہے دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ کوئی کتاب کذب وافتراء اور تاویل وتعصب کی مثال کے لئے پیش نہیں کر سکتی، اس کا اگر کوئی کمال ہے تو یہ ہے کہ سادہ سے سادہ اور معمولی سے معمولی واقعہ کو جس میں برائی کا کوئی پہلو پیدا نہیں ہو سکتا، صرف اپنی ذہانت کے زور سے بدمنتظر بنا دیتا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگ جرمنی کے مشہور عربی دان ہیں۔ کئی سال مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے حافظ ابن حجر کی کتاب "الاصابۃ فی احوال الصحابۃ بعد از تصیح ان ہی نے شائع کی۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ کی سیرت پر ایک ضخیم کتاب ۳ جلدوں میں لکھی تو ہر قاری حیران رہ گیا۔

مستشرقین کا نقدوجرح

یورپین مصنفین نے مذہبی وسیاسی تعصب کی بنا پر سرور کائنات ﷺ کے اخلاق کریمانہ پر جو نکتہ چینی کی ہے اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

1. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ایک پیغمبر کی حیثیت سے زندگی بسر کی مگر جونہیں مدینہ پہنچ کر بر سر اقتدار ہوئے پیغمبری یکایک بادشاہی سے بدل گئی۔ اس کے نتیجہ میں بادشاہی کے لوازم یعنی لشکر کشی قبل، انتقام، خون ریزی خود بخود پیدا ہو گئے۔
2. کثرت ازواج اور عورتوں کی جانب رجحان ومیلان
3. اشاعت اسلام بزور شمشیر
4. لونڈی غلام بنانے کی اجازت اور اس پر عمل
5. دنیاداروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی[2]

یورپین مصنفین نے زبان وقلم کے جو نشتر چلائے ان کی تندی وتیزی جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی تک ہی محدود نہیں رہی، بلکہ انہوں نے کتاب الٰہی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دے کر اس میں کیڑے نکالے، اس کی عبارت کو غیر مربوط اور غلط قرار دیا اس کے معانی ومطالب پر تنقید کی اور اسے ادنیٰ درجے کا عوامی کلام ٹھہرایا۔ اسی طرح انہوں نے دین اسلام پر جو حملے کئے ناقابل بیان ہیں۔ حضرات استشرقین کی عنایات دین اسلام قرآن کریم اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر زیادہ ہیں کہ سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے میں اپنے اندر یہ جرات نہیں پاتا کہ مستشرقین کی ہرزہ سرائی پر مشتمل اقتباسات پیش کر کے اپنی زبان کو آلودہ اور آپ کے احساسات کو مجروح کروں ورنہ میں ڈھیروں کتب آپ کے سامنے پیش کر کے مستشرقین کی دریدہ دینی کا ثبوت مہیا کر سکتا ہوں۔

صرف قرآن مجید کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماخذ قرار دینا

CC BY

بعض مستشرقین قرآن مجید کو مطالعہ سیرت کے لیے ایک بنیادی مصدر قرار دیتے ہیں۔ مگر اس طرح وہ قرآن مجید کو دو دھاری تلوار کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید کو مصدر سیرت ٹھہرا کر مستشرقین نے سیرت کے ان تمام واقعات کا انکار کر دیا ہے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ملتا حالانکہ قرآن مجید تاریخ یا سیرت کی کوئی کتاب نہیں ہے، خصوصاً ایسے واقعات کا اگر قرآن مجید میں تذکرہ نہیں ملتا جن سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ثابت ہو اور ان کے انکار سے مستشرقین کا کوئی مطلب حل ہو رہا ہو تو وہ بے دھڑک اس کا انکار کر دیتے ہیں۔[3]

مستشرقین نے ایسے متعدد واقعات کا انکار کیا ہے جن کے ثبوت پر تاریخ قوی دلیلیں پیش کرتی ہے۔ مثلاً مدینہ پر یہود کی طرف سے مختلف عرب قبائل کو حملہ پر آمادہ کرنے کا بروکلمان نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ غزوہ خندق کے نازک حالات میں نبی اکرم یا اللہ کے ساتھ بنو قریظہ کی عہد شکنی کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور صرف یہ لکھتا ہے کہ پھر مسلمانوں نے بنو قریظہ پر حملہ کر دیا جن کا رویہ بہر حال واضح نہ تھا۔[4]

ضعیف اور شاذ روایتوں پر اعتماد

مستشرقین کی عادت ہے کہ وہ ان ضعیف اور شاذ نوعیت کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں جو روایتی اور درایتی یعنی تنقیدی معیار پر پورا نہیں اترتیں، بقول ڈاکٹر جواد علی مستشرقین نے بسا اوقات کمزور حدیثوں کو بنیاد بنا کر فیصلے کیے اور مشہور و معروف حدیثوں کے مقابلہ میں شاذ اور غریب حدیثوں کو ترجیح دی۔ اس روایت کو جو متاخر ہو یا ماہرین نقد نے اس کی غرابت کا حکم دیا اور اس کے شذوذ کا فیصلہ کیا ہے، مگر یہ مستشرقین عملاً اس کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ شبہات کی فضا قائم کرنے میں وہی انکا ایک تنہا وسیلہ ہے۔[5]

دوسری غلطی

مستشرقین کی دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ تاریخ کے واقعات کو خود ساختہ سیکولر نقطہ نظر اور معاصرین کے تناظر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایٹین ڈینٹ (Etienne Dinet) کے بقول:" مستشرقین کے لیے اپنے، ماحول، جذبات اور رجحانات سے کنارہ کش ہونا بے حد مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ہی اکرام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر قلم اٹھاتے وقت انہوں نے اس قدر تحریفیں کی ہیں کہ ان کی تصویر ہی نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تنقید کے منصفانہ اصولوں اور تحقیق کے علمی طریقہ کار پر کاربند ہونے کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کی تحریروں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ محقق اگر جرمن ہے تو ہیں جرمن اسلوب میں گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ محقق اگر اطالوی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز کلام بھی ان ہی جیسا ہے۔ اس طرح محقق کی شہرت کے لیے نبی ﷺ کی شخصیت بدل جاتی ہے۔ ان کی تحریروں کے آئینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تصویر نہیں ابھرتی بلکہ ایک ایسی افسانوی تصویر نظر آتی ہے جو حقیقت حال سے ان کہانیوں سے بھی زیادہ دور ہے جو "واٹر اسکاک" یا" اسکو دیماس نے ترتیب دی ہیں۔ مستشرقین سیرت کے حقیقی خدوخال نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے مغربی منطق اور عصری تناظر میں اس کو دیکھنے کی کوشش کی۔[6]

اطالوی مستشرق کیتانی ان بڑے مستشرقین میں سے ہے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ابتداء میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن بقول ڈاکٹر جواد علی اس طالوی مستشرق کیتانی کا ندار تحقیق بالکل مخالفانہ اور معاندانہ ہے۔ وہ حقائق کو توڑ مروڑ کر مطلوبہ نتائج نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس کو اس بات کی قطعی فکر نہیں ہوتی کہ جن کمزور روایتوں کو بنیاد بنا کر مطلوبہ نتائج اخذ کرتا ہے وہ کسی بھی حال میں قابل استدلال نہیں ہیں۔[7]

مستشرقین کی ایک اور غلطی

محققین نے مستشرقین کی ایک اور بنیادی نوعیت کی غلطی کی نشاندہی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مستشرقین سیرت کا کا مطالعہ ایک مصنوعی سیکولر انداز اور مخصوص تناظر میں ہی کرتے ہیں جو سیرت کی روح کو سمجھنے کے لیے قطعاً مناسب نہیں ہے۔ یہ نیا نظریہ بتاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اقدامات کے ممکنہ نتائج کا پہلے سے علم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات اور تقاضوں کو سامنے رکھ کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔[8]

مستشرقین کی اس غلطی پر مستشرقین ہی نے گرفت کی ہے جیسے گولڈ زیہر، نولڈ کے سخاؤ وغیرہ۔[9]

گولڈ زیہر ایک جگہ کھل کر لکھا ہے کہ اسلام جس طرح بت پرست عرب خطہ میں ایک نئی تحریک بن کر ظاہر ہوا اور جو تضادات اس کی اپنی قدروں اور سابق معاشرہ کی قدروں کے درمیان تھے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عرب معاشرہ میں اسلام کی آمد نے چند جاہلانہ رسموں ہی کو پیام اجل نہیں دیا بکہ زندگی کی ساری قدروں اور روایتوں میں مکمل انقلاب برپا کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمد نے کی دعوت کے بنیادی مقاصد اس وقت عربوں کے نقطہ نظر اور طرز زندگی کے برعکس تھے جس کے وہ شیدائی تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اسلام لانے کے بعد انہیں ان باتوں کو احترام کی نظروں سے دیکھنا پڑے گا جن کو وہ اس سے پہلے حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔[10]

مغربی حسین سے ہمارا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کو کتاب اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ تسلیم کر کے اپنی تحقیق کا آغاز کریں لیکن ان سے ہماری یہ خواہش ضرور ہے کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات سے مجرد ہو کر خالص معروضی طریقہ اختیار کریں اور پھر سیرت رسول ﷺ کا ایک کامل وحدت کی صورت میں اور قرآن مجید کا ایک عقیدہ پر استوار ایسے ہم آہنگ پروگرام کی طرح مطالعہ کریں جو وقتی حالات سے بالاتر تھا۔ اس میں اگرچہ زمان و مکان کے وقتی حادثات کا ذکر ہے لیکن ان کے پس منظر میں جو قدریں اور ہدایات ہیں ان کی جامعیت اور عمومیت سے مستشرقین کو غفلت نہیں برتنی چاہیے۔[11]

سیرت رسول الی مستشرقین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

مستشرقین نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو خصوصی طور پر اپنے مذموم حملوں کا نشانہ بنایا اور قسم قسم کے اعتراضات کیے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دامن

OPEN ACCESS

مبارک کو داغدار کرنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کو ڈراموں، فلموں، اور تصویری کہانیوں کے ناپسندیدہ کردار کی شکل میں پیش۔ کبھی آپ ﷺ کے جسد انور کو جہنم کے پست ترین درجوں میں دکھایا۔ کبھی یہ ظاہر کی کہ حضور ﷺ کا جسد انور زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے۔ کبھی آپ سے کو دشمن مسیح علیہ السلام بنا کر پیش کیا۔ کبھی آپ ﷺ کو ایک بت کی شکل میں پیش کیا۔ کبھی انہوں نے ظاہر کیا کہ حضور ﷺ نے ایک کبوتر پال رکھا تھا، جو ﷺ کے کانوں پر آکر بیٹھتا اور آپ لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ یہ فرشتہ ہے جو وحی لے کر آیا ہے۔[12]

مستشرقین کی سیرت نویسی کا یہ انداز قرون وسطی میں عام تھا اور آج بھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوا سلیمان رشدی نے "Satanic Verses" کو اسی انداز میں لکھا ہے جس انداز میں قرون وسطی کے مستشرقین حضور ﷺ کے متعلق لکھتے رہے ہیں۔[13]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ کیخلاف کبھی کسی الزام پر متفق نہیں ہو سکے۔ ایک مستشرق نے آپ کے خلاف جو الزام تراشی کی دوسرے مستشرق نے اس کی تردید کر دی۔ ایک دشمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو مجروع کرنے کے لیے کوئی شوشہ چھوڑا تو کسی دوسرے دشمن نے اس کو بے بنیاد قرار دے دیا۔ ہمیں مستشرقین کی تحریروں میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی۔[14]

مستشرقین کی یہ عادت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت کے متعلق طرح طرح کے مفروضے گرتے ہیں اور انہیں پھیلاتے رہتے ہیں۔ جس مستشرق کے باطن میں جتنا زیادہ محبت جمع تھا اس نے اتنی ہی سفاکی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کئے ہیں۔ اور جن مستشرقین کے ضمیر میں زندگی کی کوئی رمق باقی تھی انہوں نے نبی کے کے کردار میں کبھی کبھی روشنی کی کوئی کرن دیکھی ہے، وہ ان کے قلم پر بھی آئی ہے لیکن پھر تعصب اور مصلحت کے بوجھ تلے دب کر دم توڑ گئی ہے۔ کچھ خوش نصیب مستشرقین ایسے بھی ہیں جنہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھنے والی نور کی کرن سے اپنے دلوں کو منور کیا ہے اور دشمنان رسول سے ناطہ توڑ کر غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صف میں شامل ہو گئے ہیں، جیسے

1. عبد اللہ بن عبد اللہ[15]
2. رسل ویب (Rusel Web) ان کا پرانا نام الیگزینڈر رسل ویب ہے، پہلے عیسائی، پھر مادہ پرست اور پھر توفیق الہی سے مسلمان بن گئے[16] ڈاکٹر مارٹی لنگر یہ برطانوی مستشرق تھے اور مصر
3. میں انگریزی کے پروفیسر رہے، یہ بقال علامہ ذکریا ہاشم ذکریا تصوف کی سیڑھی کے ذریعے خدا تک جا پہنچے انکا اسلامی نام ابو بکر سراج الدین ہے۔[17]
4. ڈاکٹر ار متھرین، یہ امریکی ماہر نفسیات تھے، توفیق الہی سے مسلمان ہو گیا در اپنا نام علی عمر کریم رکھا۔[18]
5. جان سنت، یہ برطانوی انگریز مستشرق تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام محمد جان رکھا۔[19]

ان کے علاوہ دیگر کئی مستشرقین مشرف بہ اسلام ہوئے۔

الزامات مستشرقین کا رد کرنے والوں کے لیے مشکلات

جو مسلمان مستشرقین کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی سیرت پر لگائے گئے الزامات کا رد کرتے ہیں انہیں سب سے پہلے جس مشکل سے واسطہ پڑتا ہے وہ یہ ہیکہ مستشرقین حضور یوا ے کے خلاف الزام تراشی میں کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہوتے بہانت بہانت کی بولیاں بولتے ہیں۔ پورا عالم یہودیت و نصرانیت حضور ہے کے سر پر تاج نبوت سجنے کی وجہ سے پوری نسل اسماعیل کا دشمن ہے اور اس دشمنی کے اظہار کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لونڈی کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کچھ مستشرق کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت، شہرت، اور اقتدار کے حصول کے لیے نیا مذہب گڑھا اور دھوکے سے لوگوں کو اپنا بنایا۔[20]

اعتراضات مستشرقین کی مختلف نوعیتیں

مستشرقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ عربوں کے ہاں خاندانی وجاہت ایک بہت بڑا انسانی کمال شمار ہوتا تھا، مستشرقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی وجاہت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جدید مادیت زدہ دور میں دولت کو انسانی عظمت کی کسوٹی سمجھا جاتا ہے، مستشرقین اس کسوئی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لاگو کر کے آپ کا مقام کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بیسویں صدی عیسوی کی مادی اقدار کو ساتویں صدی عیسوی کے عربوں پر منطبق کر کے مکہ کی مارکیٹ میں ایسے طاقتور اجارہ داروں کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں جو کمزور قبائل کو تجارت کے میدان میں سر اٹھانے کی مہلت نہ دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے باز ثابت کرنے کے لیے وہ پورا زور لگاتے ہیں تاکہ یہ ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیت اور عیسائیت سے تعلیمات اخذ کیں، ان کی بنیاد پر ایک دین وضع کیا اور دعوی کیا کہ یہ الہامی دین ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حملہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہوت پرست اور ظالم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کسی اصول کے پابند نہ تھے بلکہ جب ضرورت پڑتی تھی اصولوں کو توڑ دیتے تھے اور دعوی کرتے تھے کہ انہیں وحی کے زریعے اس خلاط اصول کو توڑنے کا حکم ملا ہے۔[21]

خاندان بنو ہاشم کا مقام گھٹانے کی کوشش

OPEN ACCESS

مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ مستشرقین نے اسلامی تحریک کو ایک طبقاتی تحریک ثابت کرنے کے لیے خاندان بنو ہاشم کا مقام گھٹانے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دولت مندوں کے مظالم سے تنگ آیا ہوا طبقہ سرمایہ داروں کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا تھا۔ وہ اپنے اس مفروضے کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں جبکہ یہ دعوت وہ تھی جس پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے خدیجہ الکبری اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا تھے جن کا معاشی مقام مکہ کے کسی سردار سے کم نہ تھا۔ اس دعوت کو قبول کرنے والوں میں غلام بھی تھے، کمزور بھی تھے اور وہ بھی تھے جنہوں نے ان گھرانوں میں جنم لیا تھا جنہیں مستشرقین بہت ہی دولت مند اور بہت ہی طاقت ور قرار دیتے ہیں۔ [22]

مستشرقین کی خاندان بنو ہاشم کے مقام کو گھٹانے کی کوششیں اس نوعیت کی ہیں جس نوعیت کی کوششیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوٹے پیمانے کا تاجر ثابت کرنے کی ہیں۔ یہ تمام تردد کرنے کی ضرورت انہیں اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ تحریک اسلامی کے آغاز وارتقاء کو جس انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں، اسے اس انداز میں دیکھ سکیں۔ تاریخ، دعوت اسلامی کے متعلق ان کے اس نظریے کی بھی تکذیب کرتی ہے اور اس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے بنو ہاشم کے سماجی مقام کو گھٹانے ان کی سیاسی حیثیت کو کم کرنے اور تمام مسلمانوں کو بے اثر اور بے بس ظاہر کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کو بھی جھٹلاتی ہے۔ حق وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے مخلوق کے بہترین طبقے میں رکھا۔ پھر اللہ تعالی نے مخلوق کے دو گروہ بنائے اور مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ پر اللہ تعالی نے ان کو قبائل میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر ان کو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا۔ میں اپنے خاندان اور اپنی ذات دونوں لحاظ سے مخلوق میں افضل ہوں۔ [23]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشرتی مقام کو گھٹانے کی مذموم کوششیں

مستشرقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سماجی و معاشرتی مقام و مرتبہ کو گھٹانے کی مذموم کوششیں کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی جو تصویر اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، اس تصویر میں کوئی ایسی چیز موزوں نہیں ہوتی، جس سے آپ کے کسی کمال کی عکاسی ہوتی ہو۔ مستشرقین کا مقصد چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق مسلمانوں کے کو کمزور کرنا اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف متوجہ ہونے سے روکنا ہے، اس لیے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کچھ لکھتے وقت اپنے قارئین کے ذہنی رجحانات اور دور حاضر کی مادی اقدار کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ [24]

مستشرقین سوچتے ہیں کہ اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی عظمت کو گھٹا کر پیش کریں گے تو ان لوگوں کی نظروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام گھٹے گا جن کے نزدیک صرف اور صرف نسل ہی معیار عظمت ہے۔ اور گر وہ آپ کو مادی طور پر کمزور اور بے آسرا، اور احساس محرومی کا شکار ثابت کریں گے تو قارونی سوچ رکھنے والے ان لوگوں کی نظروں میں آپ کا مقام گھٹے گا جو انسان کی قیمت اس کا بینک بیلنس دیکھ کر لگاتے ہیں۔ [25]

حقیقت تو یہ ہے کہ نسلی لحاظ سے دنیا کہ کوئی انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مد مقابل نہ تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے نسل کو کبھی انسانوں کے لیے وجہ عظمت قرار نہیں دیا مستشرقین حقائق کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں کہ حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ جس طرح انہوں نے خاندان جو ہاشم کو ایک معمولی خاندان ثابت کرنے کے لیے کوششیں کی ہیں، اس طرح کی کوششیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بے بس اور معاشرے کا ٹھکرایا ہوا انسان ثابت کرنے کے لیے کی ہیں۔ ان کوششوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا شخص قرار دے سکیں جو احساس محرومی کا شکار ہو اور اسلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احساس محرومی سے جنم لینے والی ایک تحریک قرار دے سکیں۔ [26]

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین نبی اکرم ﷺ کی شان کو گھٹانے کی جتنی بھی کوششیں کر لیں وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے کیونکہ خدا نے اپنے حبیب ﷺ کو وہ عظمتیں اور رفعتیں عطا کی ہیں وہ ان سے نہ کوئی ابو جہل چھین سکا نہ ابو لہب چھین سکا اور نہ ہی ان عظمتوں کو کوئی ولیم میور، مارگولیس، منٹگمری واٹ، اور نہ کوئی جارج سیل چھین سکتا ہے۔ محمد ﷺ کی ذات بابرکات ایک آفتاب ہے اس کی کرن جس پے پڑتی ہے وہ عظیم ہو جاتا ہے۔ اس سورج کی کرن جب ابو بکر پر پڑتی ہے تو وہ صدیق اکبر بن جاتے ہیں، عمر بن خطاب پر پڑے تو وہ فاروق اعظم بن جاتے ہیں، بلال حبشی پر پڑے تو وہ موذن رسول بن جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو کوئی کیسے گھٹا سکتا ہے جس کو بلند کرنے والا خود رب ذوالجلال ہو

القرآن ورفعنالک ذکرک [27]

اور ہم نے آپ کے لیے آپکے ذکر کو بلند کر دیا

اور اس آفتاب کی تنویرات میں مسلسل اضافہ ہو تا رہے گا اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وعدہ خداوندی ہے :

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُولٰی)۔ [28]

اور یقینا ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے"۔

مستشرقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا کہ آپ ﷺ (نعوذ باللہ) مرگی کے مریض تھے۔ جن واقعات سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرگی کے مرض میں مبتلاء ہونے کا سراغ لگایا وہ مندرجہ ذیل ہیں :

1. حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے آپ کی والدہ کا فرشتوں کو دیکھنا۔
2. صلی اللہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی روایت کے مطابق فرشتوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو چاک کرنا۔

OPEN ACCESS
CC BY

3. حالت وحی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا متغیر ہونا۔

4. کفار مکہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہنا۔(نعوذ باللہ)

5. حضرت حلیمہ سعدیہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر بادل کو سایہ کیسے ہوئے سیکھنا

مذ کورہ بالا واقعات سے میں سے کوئی بھی واقعہ ایسا نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ حضور ﷺ مرگی کے مریض تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مستشرقین نے عملاً ان واقعات میں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ سپر نگر نے حضرت آمنہ کے فرشتوں کو دیکھنے کو مرگی کا مرض سمجھا اور اس کو حضور ﷺ کا موروثی مرض قرار دیا۔[29]

مستشرقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے جن واقعات اور کیفیات کی تعبیر مرگی کے مرض سے کی ہے، کوئی زندہ ضمیر اور عقل سلیم رکھنے والا انسان ان واقعات وکیفیات کو مرگی کے دورے قرار نہیں دے سکتا کہ مرگی کوئی ایسا مرض نہیں جو پوشیدہ رہے۔ مصروع (مرگی کا مریض) جہاں بیٹھا ہو دیکھنے والے فوراً پہچان لیتے ہیں کہ یہ مرگی کا مریض ہے۔ کسی غیر متعصب انسان کی عقل یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی مرگی زدہ شخص چونسٹھ سال زندہ رہا ہوں اس نے عمل اور ہنگاموں سے بھرپور زندگی گزاری ہو۔ اس کے ارد گرد انسانوں کا ہجوم رہا ہو اور کسی دیکھنے والے کو یہ محسوس نہ ہوا ہو کہ یہ شخص مرگی کا مریض ہے۔ اس کے برعکس وہ اسے خدا کا رسول سمجھیں۔ وہ مرگی کے اثر سے جو کچھ کہے اسے کلام خداوندی قرار دیں۔[30]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اپنی ساری زندگی مسجد نبوی میں نمازوں کی امامت کی اور خطبے دیئے کیا مستشرقین بتاسکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرائض میں مرگی کی وجہ سے کبھی خلل پڑا۔

مرگی زدہ شخص تو دیکھنے والوں کے لیے سامان عبرت ہوتا ہے۔ نقاہت و بیماری اس کے انگ انگ سے ٹپک رہی ہوتی ہے اور دیکھنے والے اس کے لیے ہمدردی کے دو بول بولنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن مستشرقین جس ہستی کو مرگی کا مریض قرار دینے کی جسارت کر رہے ہیں، اس کے رخ انور کو جو دیکھتا ہے سو جان سے نثار ہوتا ہے۔[31]

مستشرقین حضور نے مردانہ حسن وجمال سے بھی واقف ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کامیاب ترین زندگی گزاری اور اس میں جو محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے انہیں بھی وہ بخوبی جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود حصوں والے کو مرگی کا مریض قرار دینے میں خجالت محسوس نہیں کرتے۔ مستشرقین کے اس حیران کن رویے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آج کل عالم عیسائیت میں جو مذہب عیسائیت کے نام سے مروج ہے، اس کا بانی سینٹ پال مرگی کا مریض تھا ممکن ہے وہ یہ کہتے ہوں کہ اگر سینٹ پال جیسا آدمی مرگی کا مریض ہو سکتا ہے تو پھر کوئی دوسرا عظیم انسان مرگی کا مریض کیوں نہیں ہو سکتا کہ یاد رہے کہ سینٹ پال پر مرگی کا مریض ہونے کا الزام ہم نہیں لگا رہے بلکہ ان کے سر پر یہ تاج ان کے اپنے پیروکاروں نے رکھا ہے۔ کولئیر انسائیکلو پیڈیا (Coller Encyclopaedia) میں ان مشہور لوگوں کی فہرست دی گئی ہے جو مرگی کے مریض تھے۔ ان میں سینٹ پال کا نام بھی شامل ہے۔[32]

مختصر یہ کہ کوئی تاریخی ثبوت ایسا نہیں جس کے تحت حضور اللہ کو مرگی کا مریض قرار دیا جاسکے۔ آپ کی قابل رشک صحت، زندگی کے مختلف شعبوں میں آپ کی حکیمانہ تدبیریں، ہمشکل ترین حالات میں آپ کو صبر وثبات اور آپ کی حیات طیبہ کے محیر العقول کارنامے، آپ کو مرگی کا مریض کہنے والوں کی عقلوں پر مسکرا رہے ہیں۔ بیشار مستشرقین آپ کے کٹر مخالف ہونے کے باوجود آپ پر لگائے جانے والے اس الزام کی تردید کرتے ہیں۔ سائنس بتارہی ہے کہ مرگی کا مرض ایسا موذی مرض ہے کہ اس کا مریض کوئی عظیم کارنامہ سرانجام تو درکنار اپنے ذاتی معاملات کو سلجھانے کے قابل بھی نہیں رہتا اتنے واضح حقائق کے باوجود جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرگی کا مریض قرار دیتے ہیں، یقینی طور پر ان کی عقلوں کو حسد اور تعصب کا گھن کھا گیا ہے اور دو نصف النہار پر پوری آب وتاب سے چمکتے ہوئے آفتاب کو بھی بے نور کہنے پر مصر ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں پر مستشرقین کا اعتراض

نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے اور آپکی عالمگیر اور دائمی رسالت میں شک وشبہ پیدا کرنے کے لیے ان مستشرقین کا ایک خاص اور اہم اعتراض یہ ہے کہ آپ نے متعدد شادیاں کی تھیں اس سے وہ آپ کے جنسی پہلو اور شہوت زنی کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مادہ پرست یورپ کے یہ دانشور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ آپ کی متعدد بیویاں اس وقت تھیں جب آپکا سن پچاس برس سے تجاوز کر چکا تھا، علاوہ ازیں آپ ﷺ نے تبلیغی ودعوتی مصالح کے پیش نظر کئی شادیاں کی تھیں، ورنہ آپکی جوانی کا بڑا حصہ ایک ہی محترم کے ساتھ گزرا۔

مستشرقین کو یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ حضور ﷺ نے پچیس سال تک کوئی شادی نہیں کی اور جب پچیس سال کی عمر میں شادی کی تو جن سے آپ ﷺ کہ شادی ہوئی انکی عمر ۴۰ سال تھی۔ پھر انکی وفات کے بعد شادی کی وہ ایک بیوہ اور معمر خاتون تھیں، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ کوئی بھی باکرہ نہ تھیں، اور آپ ﷺ کی اکثر شادیاں بچپن سے انسٹھ برس کے درمیان ہوئیں۔[33]

خلاصہ بحث

استشراق کی تحریک جب سے وجود میں آئی ہے تب سے ہی دین اسلام اور نبی اکرم کے متعلق جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈا پھیلا رہی ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک تقریباً ایک جیسی ہی صورت حال ہے۔ اسلام دشمنی اور نفرت پر مبنی نام نہاد علمی وتحقیقی کاوشوں کا مرکز ومنشاء ہمیشہ اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلنے سے روکنا رہا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے من گھڑت جھوٹی داستانوں اور تو جیہات تک کا سہارا لیا جاتا رہا ہے۔ قرآن، سنت، سیرت رسول ﷺ، فقہ اسلامی، تاریخ الغرض علوم اسلامیہ کا کوئی گوشہ یا حصہ ایسا نہیں ہے جس پر مستشرقین نے تحقیق نہ کی ہو۔ سیرت رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں اور احادیث مبارکہ وسنت رسول ﷺ سے متعلق لکھنے والے مستشرقین بھی کافی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جن میں گولڈ زیر، جوزف شاخت ودلیم میور، نابیا پیٹ، ایف سیز گین، جی ایچ اے جنبال، ہر الڈ موٹز کی بے رابنسن، ڈبلیو منٹگمری واٹ، وان گیر بوم، اربیری، جیفری، ائر الپیڈس وغیرہ قابل ذکر ہی۔

OPEN ACCESS

تحریک استشراق مختلف تاریخی ادوار سے گزرتی ہوئی موجودہ زمانے میں داخل ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں مسلمان انتہا پسندی، بنیاد پرستی، اسلامی دہشت گردی جیسی اصطلاحات متعارف کروائی گئیں ۔اور میڈیا خاص طور پر سوشل میڈیا کو استعمال کر کے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ آج کا مسلمان اپنی شناخت ظاہر کرنے کے بجائے اپنی اسلامی شناخت کو چھپاتا ہے کیونکہ اس کو دنیا کے سامنے اسطرح پیش کیا جارہا ہے جیسے تمام فتنہ وفساد کی جڑ مسلمان اور دین اسلام ہی ہے۔ مستشرقین ایک منظم انداز سے مذہبی، معاشرتی، اقتصادی علمی اور سیاسی محازوں پر اسلام کے خلاف لڑ رہے ہیں تاکہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کر سکیں۔ لیکن ان کی یہ تمام کاوشیں غلطیوں اور کوتاہیوں سے خالی نہیں ہیں جس کی نشاندہی بعض اوقات اسکے ہم خیال معاصرین کی جانب سے بھی کی گئی۔ تاریخی حقائق اور مسلمہ سچائیوں کو بعض مستشرقین کی جانب سے اس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا کہ ان کے چہرے سے انکا جھوٹ عیاں ہوتا ہے، مزید کی تنقیدی تحقیق کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ ان مستشرقین کے علمی لٹریچر یا ثبوت کا اگر مسلمان علماء کی آراء سے تقابل کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انکی آرا، مسلمان علماء کی آراء سے بالکل مختلف اور متضاد ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مستشرقین اور تحریک استشراق کا بنیادی مقصد علوم اسلامیہ پر تحقیق کر کے حقائق کو سامنے لانا نہیں بلکہ بے بنیاد، خود ساختہ اور غیر منطقی نتیجہ اخذ کر کے دنیا کو اسلام کے بارے میں گمراہ کرنا ہے۔

---

1. سیرت النبی، شبلی، علامہ، بحوالہ ترجمہ کتاب ہنری وی کاستری بزبان عربی، مطبوعہ، مصر، ص ۸

[2] سیرت النبی شبلی مطبوعہ، مصر، ج، اص ۱۰

[3] تاریخ الیھود في بلاد العرب في الجاھلیۃ وصدر الاسلام، اسرائیل ولفنسون (ابوذوھبہ)، والقسن، ص، ۱۴۵، ۱۴۶، ج ۱، مطبعۃ الاعتقاد القاہرہ، ۱۹۳۷

[4] تاریخ الیھود فی العرب في الجاھلیۃ وصدر الاسلام، اسرائیل ولفنسون (ابوذوہبہ)، مطبعہ الاعتماد الشارع حسن الاکبر، مصر، ۱۲۴۰، ص، ۱۴۵، ۱۴۶، ج ۱

[5] تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی، ج، اص، ۸، ۱۱ایس، ۱۹۹۳۱۹۶۸، ۱۹۵۹، بوابۃ شبہ الجزیرہ العربیہ

[6] the caliphate,its rise decline and fail,by william mure,pp 43.44,london, 1891,

[7] تاریخ العرب في الاسلام، جواد علی، ۱۹۸۳، ۱۹۸۸، ۱۹۶۱بیروت وبغداد، ج، اس ۹۵، مزید الدعوۃ کی الاسلام، ارنلڈ محولہ بالا ایڈیشن، ص ۵۲، س، ۱۹۷۱

[8] علوم اسلامیہ اور مستشرقین، ڈاکٹر شاء اللہ ندی محولہ بالا ص، ۸۴، بحوالہ the muslim world ۱۹۶۳

[9] حزب الدعوۃ الاسلامیہ، ۱۹۵۸، ص ۶۱ ۶۲، تفصیل کے لیے، گولڈ زیہر کی کتاب mohammedan shestidien vol 1

[10] سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مستشرقین منگری واٹ کے انکار کا تنقیدی جائزہ، حافظ عبد المجید، گورمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد ۲۰۲۳، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ ضیاء الدین اصلاحی، ج ۶، ص ۱۸۶،

[11] تاریخ العرب في الاسلام، جواد علی، ج ا ص ۱۱۹

[12] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج کے، ص ۱۶۱ ۱۶۲ ایس ۱۹۹۹، ضیاء القرآن، لاہور،

[13] ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج کے، ص ۱۶۱

[14] مثالوں کے لیے ملاحظہ کریں، ضیاء النبی، ج ۷، ۱۶۲، ومابعدھا

[15] دعوت اسلام، پروفیسر ٹی ڈبلیو ارنلڈ ص ۲۰ محمدن اینگلو اور تکمیل کالج علی گڑھ، مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۸

[16] ہم کیوں مسلمان ہوئے، عبد الغنی فاروق، ص ۴۰، لاہور، ۱۹۸۷، نیز دعوت اسلام سابق حوالہ، ص

[17] مستشرقون والاسلام، ذکریا ہاشم ذکریا ص ۱۴۰ اس ۱۹۹۸، مکتبہ وحید

[18] استشرقون والاسلام، ذکریا ہاشم ذکریا ص ۵۱

[19] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۶، ص ۲۱۷ ہس، ن

[20] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۷، ص ۱۶۷ ہس، ن

[21] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۷ ص ۱۶۸

[22] مستشرقین کے افکار وخیالات کے لیے دیکھیے: ضیاء النبی، ج ۷، ص ۱۲۹ تا ۱۷۳

[23] سابق حوالہ، ص ۱۷۴ ـ ۱۷۵

CC BY

[24] ایضاء ص ۲۱۲

[25] سنن الترمذی، الامام الحافظ ابی عیسی محمد بن عیسی الترمذی، الریاض، کتاب المناقب، ج۵، ص ۵۴۵، س،ن

[26] ایضا، ج۵، ص ۲۱۷

[27] سورۃ الانشراح، آیت ۴

[28] سورۃ الضحی، آیت ۴

[29] رسول مبین از علامہ محمد احسان الحق سلیمانی، ص ۶۰۳، قومی کتب خانہ، ریلوے روڈ لاہور،

[30] رسول مبین، ص ۶۱۶، بحوالہ کولنیر انسائیکلوپیڈیا، ج۹

[31] ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج۷، ص ۲۹۲

[32] مستشرقین اور اسلام از شیخ انور الجندی، مترجم عمیر الصدیق در اسلام اور مستشرقین، سید صباح الدین عبد الرحمن، ج۲، ص ۱۸۳ مکتبہ رحمۃ العلمین بس،ن

[33] ضیاء النبی، ج۷، ص ۴۷۵، ۴۷۶، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے متعلق (تعلیمی تشریعی، سماجی وسیاسی مقاصد کی معرفت کے لیے دیکھیے: شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول از محمد علی الصابونی، ص ۱۱، مکہ مکرمہ ۱۹۸۰

cc BY